۳۹۲ - ۷۸۶



مصنفہ

امام الاولیاء شیخ الموحدین سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رض

اخذ و ترتیب

مولانا غوثوی شاہ

یہ کتاب

حضرت سیدنا شیخ اکبر محمد محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کی اُن معرکتہ الارا تصانیف میں سے ایک ہے جو دنیائے علم و ادب میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب کا سب سے پہلے عربی سے اردو ترجمہ مولوی سید ظہوری صاحب امروہی مرحوم نے کیا لیکن تکمیل نہ کر سکے پھر بعد ازیں حضرت مچھلی والے شاہؒ کے خلیفہ حضرت احمد حسین شاہ صاحبؒ نے کیا اور انہوں نے بارِ اول ۱۹۳۳ء میں شائع فرمایا۔

اب بحمد اللہ ــــ حضرت مولانا غوثوی شاہ خلف و جانشین حضرت صحوی شاہ صاحب قبلہؒ نے اِسے بہت خوبی سے ترتیب دے کر ــــ اہم کا تامہ انجام دیا ہے۔

خدا ان کے ذریعہ ایسے ہی جواہر پاروں کو باہر کرتا رہے۔ آمین

اشاعت اول: ۲۸/ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ بار دوم ۱۸/نومبر ۱۹۹۰ء

معتمد سلسلہ غوثیہ کمالیہ
شاہ ایس ایم کیم محی الدین (مچھلی پٹنم)

بموقعۂ ــــ عرس شیخ اکبرؓ
۱۸/نومبر ۱۹۹۰ء/۲۹/ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ

ناشر ادارہ النور ــــ بیت النور چنچل گوڑہ حیدرآباد

سرسری تعارف

اسمِ مبارک ۔ شیخ اکبر محمد ابن علی بن محمد العربی الطائی اُندلسی رض

تاریخ ولادت :۔ علمنٰہ من لدنا علما + کے اعداد کا جمع یعنی ۵۶۰ھ

وصال :۔ ۲۸ / ربیع الثانی ۶۳۸ھ رحلت کا مصداق ہے

مزار :۔ صالحیہ جبل ماسون دمشق ۔

○ امام شیخ عرب و عجم حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے آپ کی شان میں ایک کتاب لکھی ۔ "تبنیہ الغبی تبرئۃ ابن العربی رض"

حضرت امام سُبکی رح نے یہ فرمایا ؎

* حضرت شیخ اکبر آیتہ میں آیات اللہ تھے ۔

* حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مکتوبات جلد سوم مکتوب ۷۹ کے حصہ آخر میں آپ کے متعلق لکھا کہ

"ہم پسماندوں نے بھی اِن ہی بزرگ کے برکات سے استفادہ کیا ہے"

آپ کی مشہور تصانیف

* القول النفیس * تاج الرسائل * تفسیر کبیر * مواقع النجوم * فتوحات مکیہ * فصوص الحکم * کبریت الاحمر * علم کائنات (COSMOLOGY) علم نفسیات (MATAPHYSIC) اور کئی کتابیں ہیں جو اصلی حالت میں یورپ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں ۔ موجودہ سائنس کی ترقی میں آپ ہی کی کتابوں کا بڑا دخل ہے —— کیوں نہ ہو ۔

خدا کے نور کا جلوہ ہے جلوہ شیخ اکبر رض کا
سراپا نور احمد ہے سراپا شیخ اکبر رض کا

حضرت شیخ اکبرؓ اور حضرت غوثی شاہ صاحبؒ

جدِ امجد الحاج حضرت غوثی شاہؒ کو پہلے اپنے والد ماجد حضرت الحاج کریم اللہ شاہؒ کے فیضانِ خصوصی کے ذریعہ فیضِ تربیت سے اللہ کی دھن قائم ہوگئی تھی۔ اسی دوران حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؓ کی تجلی باطنی سے آپ مالا مال ہوئے ہندوستان کی سرزمین میں آپ "وحدت الوجود" کے پیشوا بن گئے! اور اس طرح عرسِ شیخ اکبرؓ کا سلسلہ چل گیا۔ پھر بعد میں بصورتِ شمس العارفین سیدی کمال اللہ شاہ المعروف مچھلی والے شاہؒ علومِ حقائق و معارف کا نیا تان قائم ہوگیا۔

احسانِ شیخ اکبرؓ

"جدِ امجد حضرت غوثی شاہ علیہ الرحمہ کے خواب میں حضرت
شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرزندِ نیک کی آمد کی بشارت دی۔
اور فرمایا کہ "میرے نام پر نام رکھو" چنانچہ حضرت
صحوی شاہ علیہ الرحمہ کا اصل نام احمد ابن عربی تھا ـــــ
غرض حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی خصوصی توجہ ہمارے بزرگوں
پر رہی ہے ـــــــ اور انشاء اللہ تعالیٰ رہیگی

طفیلِ مصطفیٰؐ حق نے دیئے دو زور ہیں غوثی
وسیلہ شیخ اکبرؓ کا سہارا شیخ اکبرؓ کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کبریتِ احمر

وہ یکتا ہے بغیر عروض وحدانیت کے۔ وہ تنہا ہے بغیر عروض تنہائی کے۔ وہ اسم اور مسمےٰ سے مرکب نہیں۔ اس کا نام اور مسمےٰ وہی ہے۔ کوئی اسم غیر مسمےٰ نہیں۔ اس لئے وہی اسم اور وہی مسمےٰ ہے۔ وہی اول ہے بغیر عروض اولیت کے۔ وہی آخر ہے بغیر عروض آخریت کے۔ وہی ظاہر ہے بغیر عروض ظاہریت کے۔ وہی باطن ہے بغیر عروض باطنیت کے یعنی وہی حرف اول کا وجود ہے۔ وہی حرف آخر کا وجود ہے۔ وہی حرف ظاہر کا وجود ہے۔ وہی حروف اسم باطن کا وجود اور اصل ہے۔ پس نہ اول ہے نہ آخر نہ ظاہر ہے نہ باطن مگر وہی ہے۔ بغیر جعلِ جاعل کے اس لئے کہ وجود آں حروف کا اسی کا وجود ہے۔

اس کو خوب سمجھ لے تا کہ حلولیت کی غلطی میں نہ پڑ جائے۔ وہ کسی میں حلول نہیں کیا اور نہ کوئی شئے اس میں حلول کی ہے نہ داخل میں نہ خارج میں جائے ہے تو اس کو اس صفت سے شناخت کرے نہ صرف علم اور نہ صرف عقل و فہم سے نہ وہم و خیال سے۔ نہ بصر ظاہری و نہ بصارت باطنی سے اور نہ ادراک سے۔ حق تعالیٰ کو سوائے اس کے کوئی نہیں دیکھتا۔ اور کوئی اس کا ادراک نہیں کرتا مگر وہی۔ اور کوئی اس کی ذات کو کما ینبغی نہیں جانتا مگر وہی جانتا ہے۔ وہ اپنی ذات کو اپنی ذات سے دیکھتا ہے۔ اس کو سوائے اس کے کوئی نہیں دیکھتا۔ اور کوئی سوائے اس کے اس کا ادراک نہیں کرتا۔ اس کا حجاب اس کی وحدانیت ہے اس کے لئے کوئی شئے بجز اس کے کوئی حجاب نہیں۔ حجاب اس کا اسی کا وجود ہے۔ اس کی وحدانیت بلا کیفیت ہے۔ اس کی ذات پاک کو سوائے اُس کے کوئی نہیں دیکھتا نہ نبی مرسل نہ ولی کامل نہ ملک مقرب۔ نبی اس کا خود وہی ہے۔ اور رسالت اور کلام اس کا بھی وہی ہے۔ اُسی نے اپنے آپ کو اپنے ہی جانب سے اپنا ہی حکم دے کر اپنے ہی طرف بھیجا۔ سوائے اس کے کوئی واسطہ اور سبب نہیں بھیجنے والے میں اور اس کے حکم میں اور جن کے طرف بھیجا ہے کچھ فرق نہیں۔ اس کا وجود حروف "کن فیکون" اور وجود کائنات ہے۔ اس کا غیر نہیں ہے اور نہ غیر کا وجود ہے نہ اس کی فنا ہے۔ اور غیر کا اسم و مسمیٰ

خود ہی ہے اس لئے جناب خاتم النبیین صلعم نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔ اور فرمایا ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ میں نے اپنے پروردگار کو اپنے پروردگار کو اپنے پروردگار کے ذریعہ سے پہچانا ہے۔ آنحضرت صلعم نے اس ارشاد سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تو تو نہیں بلکہ تو وہ ہے اور وہ تو ہے۔ وہ بغیر لحاظ ھو کے تو ہے اور تو بغیر لحاظ انت کے وہ ہے نہ وہ تجھ میں داخل ہے اور نہ تو اس میں داخل ہے۔ نہ وہ تجھ سے خارج نہ تو اس سے خارج ہے۔ مراد میری اس قول سے یہ ہے کہ تو کبھی موجود نہیں ہوا اور نہ آئندہ موجود ہوگا۔ نہ اپنی ذات سے نہ اس کے سبب سے نہ اس کے اندر نہ اس کے ساتھ نہ تو فانی نہ موجود بلکہ تو وہ ہے اور وہ تو ہے بغیر علت متعارفہ کے۔ پس اگر تو نے اپنے وجود کو اس صفت سے پہچانا تو بے شک تو نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ورنہ نہیں تمام عارفین نے معرفتِ الٰہی کو طرف فناء وجود اور طرف فنا و فنا کے اضافت کیا ہے۔ یہ محض غلط اور بیّن سہو ہے۔ کیونکہ معرفتِ الٰہی فناء وجود یا فنا و فنا کے طرف محتاج نہیں۔ بلکہ فناء مع اثبات وجود کے شرک ہے۔ پس جبکہ تو نے اپنے نفس کو بلا وجود اور بغیر فنا کے پہچان لیا تو بے شک تو نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ورنہ نہیں اور معرفت الٰہی کو فناء وجود اور فناء فناء وجود کی طرف

حوالہ کرنا اثباتِ غیر اللہ لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ جنابِ رسالت مآب صلعم نے فرمایا ہے جو شخص اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔ آنحضرت صلعم نے یہ نہیں فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو فنا کیا اس نے حق تعالیٰ کو پہچانا۔ کیونکہ عدم غیر سے ثبوتِ غیر پایا جاتا ہے اور ثبوتِ غیر فناءِ غیر کے منافی ہے اور جس شئی کا ثبوت جائز نہ ہو اس کا فنا بھی جائز نہیں۔ تیرا وجود لاشئی ہے اور لاشئی کو شئی فانی یا غیر فانی موجود اور معدوم کی طرف اضافت نہیں کیا جاتا۔ جنابِ رسول اللہ صلعم نے اس طرف بھی حدیثِ مذکور میں اشارہ کیا ہے کہ تو اب بھی معدوم ہے جیسا کہ قبلِ تکوین کے معدوم تھا۔ پس ازل اور ابد اور قدیم وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ وجود ازل اور ابد اور وجود قدم ہے بغیر اس کے کہ وجود ازل اور ابد اور قدم پایا جائے۔ پس تو اب بھی موجود نہیں ہے جیسا کہ قبل پیدائش کے موجود نہ تھا۔ اور حق تعالیٰ ازلی و ابدی وَحْدَہٗ لاشریک ہے۔ اور اس کے لئے ضرور ہے کہ وہ تنہا بغیر شریک اپنے کے ہو۔ اس لئے کہ شریک اس کا وہی ہو گا کہ جس کا وجود بالذات مستقل ہو نہ وجودِ الٰہی سے اس کا وجود ہو اور جو ایسا ہو وہ دوسرا رب ہو گا اور یہ محال ہے۔ پس حق تعالیٰ کا کوئی شریک اور مثل اور کفو نہیں۔ جو شخص کسی شئی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا اس کے طرف سے یا اس کے اندر دیکھے اور وہ شئی ربوبیت الٰہی کی محتاج نہ ہو تو اس

شخص نے اس شئی کو بھی ایسا شریک بنایا جو اللہ تعالیٰ کا محتاج ہو اور جو شخص یہ جائز رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک شئی ایسی ہے جو بالذات قائم ہے یا حق تعالیٰ کی وجہ سے قائم ہے یا وہ شئے اپنے وجود سے یا فنا وجود اپنے سے فانی ہے تو وہ شخص بہت دور چلا گیا۔ اس نے معرفتِ نفس کی بو بھی نہیں سونگھی۔ کیونکہ جو شخص یہ بات جائز رکھے کہ کوئی موجود سوائے اللہ تعالیٰ کے ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سبب سے قائم ہے یا اس کے اندر قائم ہے اور وہ موجود فانی ہوسکتا ہے یا اس کی فناء فانی ہوسکتی ہے چنانچہ تسلسل فناء کا ساتھ فنا کے ہو تو یہ شریک بعد شریک ہوا اور معرفتِ نفس نہ ہوئی۔ پس جو شخص اس کو جائز بتلائے وہ مشرک ہے وہ نفس اپنے سے عارف باللہ نہیں۔ پس اگر کوئی سائل سوال کرے کہ معرفتِ نفس اور معرفتِ الٰہی کا راستہ کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں کی معرفت اور شناخت اس طرح ہے کہ معلوم کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ موجود تھا اور کوئی شئی اس کے ساتھ نہ تھی کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئًا اور وہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ یعنی اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ پس اگر کوئی اعتراض کرے کہ میں نے اپنے نفس کو غیر اللہ دیکھتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کو اپنا نفس نہیں دیکھتا تو جواب اس کا یہ ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلعم نے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ سے تیرا وجود اور تیری حقیقت مراد لی ہے۔ نفسِ لوامہ

امّارہ۔ اور مطمئنہ مراد نہیں لیا بلکہ نفس سے اشارہ کُل ماسویٰ اللہ کی طرف ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَآءَ کَمَا ھِیَ اے میرے اللہ مجھ کو اشیاء جیسا کہ وہ نفس الامر اور واقع میں ہیں دکھلا دے۔ حضرت موسیٰ نے اشیاء سے مراد ماسوی اللہ لئے نہیں یعنی ماسویٰ اپنے کی معرفت عطا کرتا کہ میں جانوں اور پہچانوں کہ اشیاء نہیں ہیں اور تو قدیم اور باقی ہے اور غیر تیرا حادث و فانی ہے۔ اور معلوم کروں کہ اللہ تعالیٰ اور ماسویٰ اس کے عینِ حق ہے بغیر اس کے کہ ماسویٰ کا وجود ہو۔ پس اشیاء کو جیسا کہ وہ واقع میں ہیں دیکھوں یعنی اشیاء کو بلا کیفیت ومکان کے ذاتِ خدا وندی دیکھوں اور اشیاء کا لفظ نفس وغیرہ سب چیزوں پر اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ وجودِ نفس اور وجود اشیاء بطور تشبیہ کے دو شئی نہیں یعنی لاشئی ہیں اور حقیقت میں شئی وہی اللہ ہے۔ شئی کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہے۔ پس جو شخص اشیاء کو پہچانا وہ نفس کو پہچانا اور جس نے نفس کو پہچانا اُسی نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ کیونکہ جو شخص گمان کرتا ہے کہ وہ سوای اللہ تعالیٰ کے ہے وہ سوای اللہ تعالیٰ کے نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا حالاں کہ اس کو دیکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کو دیکھتا ہے۔ جب تجھ کو یہ اسرار معلوم اور منکشف ہوں گے اس وقت تو جانے گا کہ تو ماسویٰ اللہ نہیں اور جانے گا کہ خود تو ہی اپنا مقصود

اور مطلوب تھا اور یہ کہ تو فناء کے طرف محتاج نہیں بلکہ تو ہمیشہ رہا اور
ہمیشہ رہے گا۔ بغیر قید وقت کے جیسا کہ ہم نے تیرے تمام صفات
کو ذکر کیا ہے۔ تو اپنے ظاہر کو اللہ تعالیٰ کا ظاہر اور اپنے باطن کو اس کا
باطن معلوم کرے گا اور اپنے صفات کو اس کے صفات اور اپنی ذات
کو اس کی ذات یقین کرے گا۔ بغیر اس کے کہ تو وہ ہو جائے اور وہ تو
بن جائے اور بغیر کمی و بیشی کے ہر شئے فانی ہے مگر وجہ اللہ ظاہر و باطن
ہے یعنی سوای اللہ تعالیٰ کے شئی موجود نہیں اور غیر اللہ کے لئے کوئی
وجود نہیں تاکہ ہلاکت کی حاجت ہو اور اس کی ذات باقی رہے۔ کوئی
شئی نہیں مگر ذات آلہی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ جس
طرف تمہارا رُخ کیا جائے اس مقام پر وجہ اللہ کی ذات ہے۔ چنانچہ جو شخص
کسی شئی کو نہیں پہچانتا ہو پھر اس کو پہچانے تو اس نے اپنے وجود کو
فنا نہیں کیا بلکہ اپنے جہل کو فنا کیا ہے اور اس کا وجود موجود ہے
اور اپنے حال پر باقی ہے اس کا وجود دوسرے وجود سے نہیں بدلا
گیا اور نہ وجود منکر کی ترکیب ساتھ وجود عارف کی ہوئی ہے اور
نہ وجود کا دوسرے وجود میں تداخل ہوا ہے۔ بلکہ جہل زائل ہو گیا۔
پس تو یہ گمان مت کر کہ تو فنا کے طرف محتاج ہے۔ پس اگر تو فنا کے
طرف محتاج ہو گا تو اس وقت میں تو ہی حجاب آلہی ہو گا اور حجاب
غیر اللہ ہے پس لازم ہوا غلبہ غیر حق کا حق پر بوجہ منع کرنے روبت
آلہی کے ہے یہ مسلک غلط اور سہو ہے حالاں کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں

کہ اس کا حجاب اسی کی وحدانیت اور فردانیت ہے اس کا غیر اس کا حجاب نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جو شخص حقیقت کے طرف واصل ہوجائے اس کو جائز ہے کہ انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی کہے اور کوئی واصل حق تعالیٰ کے طرف نہیں پہونچا مگر اس حال میں کہ اُس کا اپنے صفات کو صفات حق اور اپنی ذات کو ذات حق دیکھا۔ یہ نہیں کہ اس کے صفات اور ذات اللہ تعالیٰ میں داخل ہیں یا اس سے خارج ہیں اور نہ یہ کہ وہ فنا فی اللہ یا بقا باللہ ہوگیا۔ بلکہ وہ اپنے نفس کو جانتا ہے کہ ہرگز موجود نہیں ہوا اور نہ یہ کہ موجود ہوکر پھر فنا ہوگیا۔ کیوں کہ اس کا نفس نہیں مگر ذات آلہٰی اور نہ اس کا وجود ہے مگر وجود آلہٰی۔ اسی طرف جناب رسول اللہ صلعم نے اشارہ کیا ہے لَا تَسُبُّوا الدَّهرَ اِنَّ الدَّهرَ زمانہ کو بُرا مت کہو کیونکہ دھر اللہ ہے۔ اشارہ کیا ہے اس طرف کہ دھر کا وجود وجود الہٰی ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے شریک و مثل وکفو سے۔ روایت ہے نبی صلعم سے کہ آپ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ اے بندے میرے میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ اور میں نے تجھ سے سوال کیا تو نے مجھ کو کچھ نہ دیا۔ اس حدیث میں اشارہ اس طرف ہے کہ وجود مریض کا وجودِ خدا ہے اور وجود سائل کا وجودِ حق ہے۔ پس جائز ہوا کہ تیرا وجود بھی وجود حق ہو۔ بلکہ تمام کائنات کا وجود اعراض ہو یا جواہر

وجود حق تعالیٰ ہیں۔ اور جب تجھ کو ایک ذرّہ کا ذرّات میں سے
بھید ظاہر ہوگا جب جانے گا کہ تو جملہ مخلوقات ظاہر و باطن کا بھید
اور بھید ہے اور تو دونوں جہاں میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ
نہ دیکھے گا بلکہ وجود دونوں عالم کا اور تمام اور مسمےٰ ان کا ان کے مالک
کا بلاشک وریب ہوگا اور تو یہ مت سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شئے
کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ہر روز نئی شان میں
ہے کبھی اپنے وجود کو ظاہر کرتا ہے اور کبھی بغیر کیفیت چھپا لیتا ہے
کیونکہ وہی اول و آخر و ظاہر و باطن ہے۔ اپنی وحدانیت سے
ظاہر ہوا ہے اور اپنی فردانیت سے باطن ہوا ہے وہی اول بالذّات
قیوم ہوا ہے اور وہی بوجہ ہمیشگی اپنے کے آخر ہے۔ وہی اول و آخر
ظاہر و باطن کے حروف کا وجود ہے۔ یہ سب اس کے نام ہیں اور
وہی مسمیٰ ہے ان کا جیسا کہ وجود ان کا واجب ہے ایسا ہی اس کے
سوا کا معدوم ہونا ضرور ہے کیونکہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ
سوائے حق تعالیٰ ہے وہ ہرگز غیر اس کا نہیں کیونکہ حق تعالیٰ اس
امر سے پاک ہے کہ کوئی شئے غیر اس کی پائے جائے اور غیر اپنے
وجود کے ساتھ اس کے وجود میں ظاہر یا باطن ہو۔ جو شخص اس
صفت سے موصوف ہوگا اس کے لئے اوصاف کثیرہ بے حد
و نہایت ظاہر ہوں گے جیسا کہ کوئی شخص موتِ ظاہری سے مرتا
ہے تو اس کے تمام اوصاف محمودہ و مذمومہ منقطع ہو جاتے ہیں

اس طرح جو شخص موتِ معنوی سے مرتا ہے تو اس کے کلی تمام اوصافِ محمودہ اور مذمومہ منقطع ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جمیع حالات میں اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے، یعنی اس کے موت کے قائم مقام ذات الٰہی اور صفات کے قائم مقام صفات الٰہی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا تم مرنے سے پہلے مر جاؤ یعنی اپنے نفوس کو قبل موت کے شناخت کر لو۔ اور فرمایا رسالت مآب صلعم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ ہمیشہ میرا تقرب نوافل یعنی زاید نیکیوں سے طلب کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو محبوب کر لیتا ہوں اور جب میں اسکو دوست اپنا کرتا ہوں تو اس کی سماعت، بصارت، زبان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ خود میں ہو جاتا ہوں۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو شناخت کر لیا تو وہ وجود حق تعالیٰ ہی کو ہر طرف دیکھتا ہے اور اس کے غیر ذات اور صفات میں نہیں دیکھتا اور وہ شخص اپنے صفات بدلنے کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ اس شخص کا وجود ہی نہ تھا بلکہ وہ اپنے وجود کی معرفت سے جاہل تھا۔ پس جب تو نے اپنے نفس کو پہچانا تو انانیت تیری دور ہو گئی اور تو نے معلوم کر لیا کہ تو غیر اللہ نہ تھا۔ اگر تیرے لئے وجود مستقل ہو جو فناء اور معرفت نفس کا محتاج نہ ہو تو اس وقت تو دوسرا خدا ہو گا اور اللہ تعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اس کے

سوا دوسرا خدا ہو یا اپنے مثل دوسرا پیدا کرے۔ پس معرفت نفس کا فائدہ یہ ہے کہ تو بالیقین معلوم کرلے کہ تیرا وجود نہ موجود ہے نہ معدوم اور یہ کہ تو موجود نہیں ہے اور نہ ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ اس کلام مذکور سے تجھ کو لا الٰہ الا ایّاہ کے معنی ظاہر ہو گئے کہ غیر اس کا نہیں اور کوئی وجود غیر کے لئے نہیں۔ پس کوئی غیر سوا اس کے نہیں اور کوئی موجود نہیں مگر وہی پس اگر کوئی کہے کہ تو نے خدائے تعالیٰ کی ربوبیت کو بیکار کر دیا تو۔

جواب یہ ہے کہ میں نے اس کی ربوبیت کو معطل نہیں کیا کیونکہ وہ ہمیشہ سے رب ہے اور ہمیشہ مربوب رہے گا اور ہمیشہ سے خالق ہے اور ہمیشہ مخلوق رہے گا اور باعتبار خالقیت اور ربوبیت کے رب ہے۔ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا اور مخلوق اور مربوب کا محتاج نہیں۔ پس وہ قبل پیدائش کائنات کے جمیع صفات سے موصوف تھا وہ اب بھی اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ پس درمیان حادث اور قدیم کے اس کی وحدانیت میں کوئی فرق نہیں۔ حادث اس کی ظاہریت کا مقتضی ہے اور قدیم اس کی باطنیت کا۔ اس کا اول آخر ہے اور آخر اول ہے اور ظاہر اس کا باطن ہے اور باطن اس کا ظاہر اس کلمے اور تمام نام ایک ہیں اور ایک جامع جمیع صفات کمالیہ ہے کیوں کہ اس کی صفت یہ ہے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کہ ہر روز نئی شان میں

ہے یعنی نئی شان رکھتا ہے۔ نہ رات ہے نہ دن جیسا کہ ہمیشہ سے نہ رات تھی نہ دن تھا اور نہ کوئی شئی تھی۔ وجود مخلوقات کا اور عدم اس کا ایک شئے میں ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ایک طاہر اڑگیا جو اس کی وحدانیت میں نہ تھا اور یہ نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس سے برتر ہے۔ اور جب تو نے اپنے نفس کو اس صفت سے پہچان لیا بغیر اس کے کہ مثل کفو اور شریک کے نسبت اللہ تعالیٰ کے طرف کرے تو درحقیقت تو نے اس کو پہچانا اور اسی واسطے جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اور نہیں فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو فنا کیا اس نے اپنے رب کو پہچانا کیونکہ آنحضرت صلعم جانتے تھے کہ کوئی شئی سوائے اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ پھر اس طرف اشارہ کیا کہ معرفت نفس کی ہی معرفت الٰہی ہے یعنی تو اپنے نفس اور اپنے وجود کو پہچان لے کہ تو، تو نہیں لیکن نہیں جانتا یعنی اس امر کو پہچان کہ تیرا وجود تیرا نہیں اور نہ غیر وجود تیرا ہے۔ نہ موجود ہے نہ معدوم بلکہ وجود عدم تیرا وجود الٰہی ہے بغیر وجود عدم کے نہ یہ کہ غیر وجود تیرے کا ہے اور عدم تیرے کا۔ وجود اس کا ہے اور نہ یہ کہ عین وجود اس کا تیرا وجود و عدم ہے۔ پس جب تو نے اشیاء کو دیکھا بغیر اس کے دوسری شئی ساتھ اللہ تعالیٰ کے یا اس کے اندر ہو بلکہ اشیاء کو وہی خدا معلوم کیا تو بے شک تو نے اپنے نفس کو پہچانا کیونکہ معرفت نفس کی اس صفت سے معرفت الٰہی بلاشک و شبہ ہے بغیر اس کے

کہ حادث کی قدیم کے ساتھ ترکیب ہو یا اس کے اندر یا اس کے سبب سے موجود ہو۔ پس اگر کوئی سوال کرے کہ وصالِ حق کا طریق کیونکر ہے کیونکہ تو نے ثابت کر دیا کہ غیر سوا اس کے نہیں اور ایک شئے اپنی نفس کی طرف کیسے واصل ہو سکتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بے شک درحقیقت نہ وصل ہے نہ فصل۔ نہ بُعد ہے نہ قرب۔ اس لئے کہ وصل نہیں ہوتا مگر دو شئے میں اور جب ایک ہی شئے ہے تو وصل اور فصل کہاں فصل بھی دو شئے کا محتاج ہے خواہ مساوی ہوں یا ضدین۔ اگر دونوں مساوی ہوں تو ضرور ہے کہ دونوں مثل ہوں اور اگر غیر مساوی ہوں تو دونوں ضدین ہوں گے اور حق تعالیٰ ضد اور ند سے پاک ہے پس مراتب وصال اور قرب و بعد غیر متعارف وصال و قرب و بعد میں جو دو شئے کا مقتضی ہے پائے جاتے ہیں۔ لہذا وصل بلا وصل کے اور قرب بلا قرب کے اور بُعد بلا بُعد کے ہو سکتا ہے ؎

چوں قیام سائر اشیاء زیک ہستی است | ضد شئے باکون ضدیت بلا ضدیت است
درمیان ظلم و عدل و جہل و علم و کفر و دیں | بیش ذی العین غیریت بلا غیریت است
خواہ ناقص خواہ کامل جزو را با کل او | بُعد و ن بُعد عندیت بلا عندیت است
جامع تنزیہ با تشبیہ گوید لا محال | عبد را با لعد عینیت بلا عینیت است
وحدت است اما بلا وحدت میان خلق و حق | نیز ہم اثبات ثنیت بلا ثنیت است
در تجلی نیست تکرار تجلی نیک بیں | لطف را با قہر تثلیث بلا تثلیث است

رہ چو سوی امر ایجادی و ایجابی بری — گفت خواہی اہل معصیت بلا معصیت است
در شریعت با تضاد گر جمع سازی ز احتیاط — ز آفت جبر و قدر دین ترا امنیت است
فرق را با جمع خواہی کرد باہم ہمچنان — در حقیقت گر ترا حقیقت الہیت است
گفت شہیر مر کمالی بوالعجب رمزی گران — حالتے دارم کہ محویتہ بلا محویت است

پس اگر کہا جائے کہ اس جگہ وصال بلا وصل کے مسلم ہے مگر قرب بلا قرب اور بُعد بلا بعد کے کیا معنی ہیں۔ پس جواب یہ ہے کہ تو یہ حالت قرب و بعد میں کوئی شئی نہ تھا لیکن تو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ تو وہی ہے بغیر وجود تیرے کے پس جب تو نے اس کا وجود معلوم کیا یعنی اپنے نفس کو بلا وجود کے پہچانا جیسا کہ حروف قرآن میں تو جان لیا تو تے نہ تو وہی تھا اور قبل اس کے تو نہیں جانتا تھا کہ تو وہی ہے بغیر اس کا ہے پس جبکہ تجھ کو معرفت حاصل ہوئی تو نے معلوم کیا کہ حق تعالیٰ کی معرفت تیرے نفس سے حاصل ہوئی مثلاً تو نہیں جانتا تھا کہ تیرا نام محمود ہے اور تیرا مسمیٰ بھی محمود ہے کیونکہ اسم اور مسمیٰ حقیقت میں ایک شئی ہے تو گمان کرتا ہے کہ تیرا نام محمد ہے اور بعد غور و خوص کے تو نے معلوم کر لیا کہ تو محمود ہے۔ اور محمد اور محمود سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ تیرا وجود برقرار ہے۔ بدلا نہیں گیا۔ البتہ محمد نام اور محمد مسمیٰ تجھ سے زائل ہو گیا۔ جب کہ تو نے اپنے نفس کو معلوم کر لیا کہ تو محمود ہے۔ اور نہیں ہوا محمد بوجہ فناء نفس تیرے کے کیونکہ فناء بعد اثبات وجود ہو سکتی ہے اور جو شخص ماسوی حق تعالیٰ کے کسی کا وجود

ثابت کیے تو اسی نے باری تعالیٰ کا شریک بنایا۔ پس محمود سے کوئی شئی ناقص نہیں ہوئی اور نہ محمد سے اور نہ فنا ہوئی محمود میں اور نہ داخل ہوئی اس میں اور نہ خارج ہوئی اس سے اور نہ حلول کیا محمود نے محمد میں اور نہ محمد نے محمود میں اور بعد اس کے کہ تو نے محمود کو عین حق پہچانا اور معلوم کیا کہ کوئی دوسرا محمود اور محمد نہیں تو نفس حق سے تو نے نفس حق کو معلوم کیا نہ صفت اپنی سے کیونکہ تیری صفت موجود نہیں۔ پس غیر موجود ہے موجود کیونکر معلوم ہوتا ہے۔ پس عارف اور معروف ایک ہے اور واصل اور موصول ایک ہے اور ناظر و منظور ایک ہے۔ عارف صفت اور معروف اس کی ذات ہے اور واصل صفت اور موصول اس کی ذات ہے صفت اور موصوف ایک شئی ہے یہ بیان مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی حدیث کا ہے۔ جو شخص اس مثال مذکور کو سمجھ لیا وہ معلوم کر لیا کہ واصل اور فصل نہیں اور تو جان لے کہ عارف اور معروف وہی ذات ہے ناظر و منظور وہی ہے اور واصل و موصول بھی وہی ہے۔ وہ وہ ہے جس کی طرف غیر اس کا پہنچا ہے اور اس سے غیر اس کا نہیں لکلما جس نے اس کلام کو سمجھا اس نے شرک سے رہائی پائی ورنہ خلاصی شرک کی بو بھی نہیں پایا۔ اور اکثر عارفین نے حق کا گمان یہ ہے کہ انھوں نے نفس کو پہچان کر معرفت الٰہی حاصل کئے ہیں اور غفلت وجود سے رہائی پائے ہیں اور جنھوں نے کہا ہے کہ طریق وصول

الی اللہ بغیر فناء اور فناء فناء کے آسان نہیں۔ یہ قول ان کا نہ سمجھنے اس قول کے ہے جس کو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اور اس لئے ہے کہ تو ان کو گمان کرے کہ وہ شرک کو بوجہ فنا کے دور کرتے ہیں کہ کبھی نفی وجود یعنے فناء وجود کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کبھی محویت اور انقطاع کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہ جملہ اشارات شرکِ محض ہیں کیونکہ جو شخص اس بات کو جائز رکھے کہ کوئی شئے سوائے اللہ تعالیٰ کے موجود ہے اور وہ شئے بعد وجود اپنے کے فنا ہو سکتی ہے تو اس شخص نے ماسوی اللہ کو ثابت کیا اور جو کسی شئے کو ماسوی اللہ ثابت کرے اس نے اس کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیا اور اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت کرے۔ اگر تو نے گمان کیا کہ تو تو ہے پس تو تو نہیں اور نہ کبھی ہوا تمہارے وجود میں کوئی فرق نہیں وہ وجود نہ تجھ سے علیحدہ ہوا نہ حق تعالیٰ سے۔ پس تو تو نہیں۔ بلکہ تو رب ہے اور اسی کے وجود سے ہے۔ اگر تو جہالت کی وجہ سے اپنے کو غیر اللہ کہتا ہے تو بڑا سنگدل ہے اور اگر قصداً کہتا ہے تو خوار ہے پس وصل تیرا ہجر ہے اور ہجر تیرا وصل ہے اور بعد تیرا قرب ہے اور قرب تیرا بعد رہبر عقل کو سخت کر دیتا ہے پس تو نور کشفی سے معلوم کر تا کہ تیرا گمان غلط ظاہر ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت کر تا کہ تو خوار اور ذلیل نہ ہو جائے۔ اگر شریک کرے گا۔ ذلیل و خوار

ہوجائے گا۔ اگر کوئی کہنے والا اعتراض کرے کہ تو اشارہ اس طرف کیا ہے کہ معرفت نفس کی معرفت الٰہی ہے حالاں کہ عارف اپنے نفس کا غیر اللہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ واصل الی اللہ کیسے ہوگا پس جواب یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو شناخت کرے گا وہ معلوم کرے گا کہ اس کا وجود اس کا وجود وعدم نہیں بلکہ اس کا وجود وجود الٰہی ہے بغیر دخول وخروج وجود اور معیت کے بلکہ اپنے وجود کو اپنے حال پر پائے گا جیسا کہ قبل پیدائش کے تھا نہ اس کو فنا ہے نہ محو نہ فناء فناء کیونکہ کسی شئے کی فناء فناء اس شئے کے ثبوت کی مقتضی ہے اس لئے کہ ثبوت کسی شئے کا بالذات چاہتا ہے کہ وہ شئے خود بخود موجود ہو نہ قدرت حق تعالیٰ سے یہ صورت صریح محال ہے پس معلوم ہوا کہ عارف کی معرفت اپنے نفس کی عین معرفت الٰہی ہے کیونکہ اس کا نفس بجز حق کے کچھ نہیں اور جناب رسول اللہ صلعم نے نفس سے مراد وجود لیا ہے۔ جو شخص اس مقام کو پہنچے گا اس کا وجود ظاہر و باطن میں اس کا وجود نہ ہوگا بلکہ وجود اس کا وجود الٰہی ہوگا اور کلام اس کا کلام الٰہی اور فعل اس کا فعل الٰہی ہوگا وہ معرفت الٰہی کی طرف دعوت کرتا ہے لیکن تو اس کا دعویٰ سنتا ہے اور اس کا فعل دیکھتا ہے اور اس کے وجود کو غیر اللہ جانتا ہے جیسا کہ اپنے وجود کو غیر اللہ سمجھتا ہے کیونکہ تو اپنے نفس کی معرفت سے جاہل ہے اس لئے کہ مومن آئینہ حق کا ہے

پس وہ بصر الٰہی سے دیکھتا ہے یعنے اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی نظر
ہے بلا کیفیت کے وہ تیری بصارت اور تیرے علم کا محتاج نہیں
نہ تیرے فہم۔ وہم۔ ظن کا اور رویت کا محتاج ہے۔ بلکہ وہ
بصارت الٰہی۔ علم الٰہی اور رویت الٰہی کا ہے۔ پس اگر کوئی کہنے
والا کہے انا الحق تو اس سے سن کیونکہ اللہ تعالیٰ انا الحق فرما
ہے وہ شخص نہیں کہتا پس اگر تو اس سے نہیں سنتا اور نہیں سمجھتا
تو اس کا انکار مت کر لیکن تو وہاں نہیں پہونچا ہے جہاں وہ پہونچا
ہے نہ تو سمجھتا ہے جو وہ کہتا ہے اور تو بھی کہتا ہے جو اس نے کہا لیکن
تو نہیں دیکھتا اس کو جو وہ دیکھتا ہے۔ حاصل کلام تمام اشیاء وجود
حق تعالیٰ کے ہیں کہ اشیاء کا وجود نہیں ہم اس شبہہ کا جواب مع
اقوال مذکورہ کے یہ لکھیں گے یہی معنویت لا تدرکہ الابصار
کے ہیں یعنے نہ کوئی نہ کسی کے ساتھ مل کر حقیقت باری تعالیٰ کا
ادراک کر سکتا ہے پس اگر غیر اس کا موجود ہوتا تو ممکن اور جائز ہوتا
کہ وہ غیر اس کا ادراک کرتا اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ابصار
اس کا ادراک نہیں کرتے بلکہ حق تعالیٰ ادراک کرتا ہے پس کوئی
غیر نہیں مگر حق تعالیٰ۔ پس وہی بالذات ہے نہ غیر اس کا۔ پس ابصار
اس کا ادراک نہیں کرتے اور ابصار نہیں مگر وجود باری تعالیٰ ا
جس شخص نے عدم ادراک ابصار کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ابصار
حادث ہیں اور حادث باقی اور قدیم کو ادراک نہیں کر سکتا اس شخص

اب تک اپنے نفس سے اپنے نفس کو نہیں شناخت کیا اور یہ کہ وہ کوئی
شئے نہیں اور نہ الصار میں مگر وہی حق ہے اور وہی اپنے وجود کا
ادراک کرتا ہے بلا وجود ادراک اور کیفیت کے اور نہیں ہے غیر اس کا
عرفت ربی بربی میں نے رب کو رب سے بلا شک اور
بلا ریب اور بلا ذات کے پہچانا ہے پس میری ذات اس کی ذات
ہے بلا نقصان و عیب وخجل کے پس نفس میرا غیب کا مظہر ہے
میں نے اپنے نفس کو بغیر ثبوت کے پہچانا اور میں محبوب کی طرف
بلا بعد اور قرب کے واصل ہوا ہوں میں نے دل میں اپنے کہا کہ یہ
عطا مفیض مطلق ہے بغیر مثل اور سبب اور آزمائش کے نفس
میرا اسی کے لئے ہے وہ شئے باقی نہیں رہتی جو پگھلتی اور ناقص ہوتی
ہو پس اگر سائل سوال کرے تو اللہ تعالیٰ میں ہر شئے کو ثابت کیا۔
پس یہ اشیاء جن کو ہم دیکھتے ہیں کیا ہیں؟ جواب ان مقامات
سے یہ ہے کہ ہمارا کلام ان سے ہے جو سوائے حق تعالیٰ کے کسی شئے کو
اس کے ساتھ نہیں دیکھتے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری شئے کو
دیکھتا ہے اس سے ہمارا سوال وجواب نہیں وہ غیر محسوسات کو نہیں دیکھتا اور جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہے وہ غیر اللہ کو نہیں
دیکھتا ہر طرف سے وہی دیکھتا ہے جو اس کے اندر سے کل ادنا
بیتر شیخ بما فیہ اور پہلے اس کے ہم نے اس کو مفصل کہدیا
ہے پس جو شخص نہیں دیکھتا وہ نہ دیکھتا ہے اور نہ سمجھتا ہے نہ
ادراک کرتا ہے۔ واصل الی اللہ کے لئے ایک اشارہ کافی ہے

اور غیر واصل الی اللہ تعلیم اور تفہیم اور اندازہ کرنے سے حق تعالیٰ کی طرف واصل نہیں ہو سکتا پس تو اس کے تشبیہ میں نہ پڑتا اور ان اشارات سے یہ وہم نہ کرتا اللہ تعالیٰ مخلوق ہے کیونکہ بعض عارفین نے کہا ہے کہ غیر صوفی مخلوق ہے اور یہ وصول بعد کشف تام و زوال شکوک اور اوہام ہو سکتا ہے۔ یہ اشارہ اس کے لئے ہے جس کی خلقت دونوں جہاں سے بڑھی ہوا اور جس کی خلقت مثل کونین ہے وہ اس واقعہ کی تصدیق اور رفاقت نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ مقام دونوں جہاں سے اعلیٰ اور اعظم ہے بہر حال تو جان لے کہ ناظر اور منظور واجد اور موجود عارف اور معروف دارک اور مدرک ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے وجود کو اپنے ہی وجود سے دیکھتا ہے اور اپنے وجود ہی سے پہچانتا ہے بلا کیفیت ادراک اور رویت کے۔ اس کی معرفت بلا وجود حروف ادراک و رویت معرفت کے ہے جیسا کہ وجود اس کا بلا کیفیت ہے ایسا ہی ادراک اس کے نفس کا بلا کیفیت ہے پس اگر کوئی سائل اعتراض کرے کہ تو کس نظر سے تمام مکروہات و مرغوبات و محبوبات کو دیکھتا ہے پس جب کہ تو لید کو مردار اور لید دیکھتا ہے۔ ہمارا کلام اس شخص کے ساتھ ہے جس کو بصیرت حاصل ہے۔ اور وہ اندھا نہیں پس اگر وہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا تو ضعیف البصر ہے اور اندھا ہے اور قبل زوال بینائی کے وہ ان مطالبات کو نہیں پہونچ سکتا اور یہ گفتگو ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہے نہ غیر اللہ

۔ نہ اندھے ہے ۔کیونکہ اس مقام کو پہونچنے والا جانتا ہے کہ وہ غیر اللہ نہیں اور ہم اس شخص سے خطاب کرتے ہیں جس کے لئے ہمت اور ارادہ مصمم طلب معرفت الٰہی کا ہے اور اس کے قلب میں قلب کی صورت اور اشتیاق وصول الی اللہ کا ظاہر ہے نہ اس شخص سے خطاب ہمارا ہے جس کا کوئی ارادہ اور مقصود نہیں پس اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو ابصار ادراک نہیں کرتے اور وہ ابصار کا ادراک کرتا ہے اور تم اس کے خلاف کہتے ہو پس تمہارے قول کی کیا حقیقت ہے تو ہم یہ جواب دیںگے کہ شیخ واصل اور استاد حاذق کے ذریعہ اور خدمت سے بغیر عقل اور علم کے ہو سکتا ہے ایسا شخص ہو کہ راستہ چلنے والا اس کے نور سے ہدایت پاوے اور اسکی وجہ سے اپنے مقصود کی طرف پہنچ جائے انشاء اللہ تعالیٰ ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی مرضی کے موافق قول اور فعل اور عمل اور علم اور نور و ہدایت کی توفیق عنایت کرے ۔ وہ ہر شئے پر قادر ہے اور قبول دعا کے واسطے شایاں ہے اور درود الٰہی بہتر خلایق پر ہو جو ہمارے سردار اور آقا محمد صلعم ہیں اور ان کے آل اور اصحاب سب پر ہو۔

ما حصل اس رسالہ کا یہ ہے کہ کوئی شئے بجز حق تعالیٰ کے موجود نہیں جس قدر اوصاف عالم میں پائے جاتے ہیں ۔صفات الٰہیہ ہیں جو حسب استعداد و قابلیت مخلوق کے نمودار ہوئے ہیں ۔

اگر اوصاف الہیہ سے قطع نظر کی جائے تو عالم معدوم نظر آئے گا۔
چنانچہ آئینہ میں حرکت وسکون شادی وغم خندہ گریہ شخص کا عکس
کے اندر ظاہر ہوتا ہے لیکن عکس کی کثرت سے اس شخص کی وحدت
میں فرق نہیں آتا۔ اگر آئینہ شکستہ یا نجس ہو جائے تو وہ شخص شکستہ
اور نجس نہ ہوگا بلکہ اپنے حال پر رہے گا۔ آفتاب کا عکس پاک و پلید
پر پڑتا ہے اور وہ پلید نہیں ہوتا۔ پس وجود اشیاء کا نہ موجود ہے
نہ معدوم بلکہ مثل عکس آئینہ کے ہے۔ لہذا ہر شئے من کل الوجوہ
نہ عین اللہ ہے نہ غیر اللہ چونکہ وجود اصلی خارجی حق تعالیٰ کے واسطے
ہے اور وجود ظلی خارجی خاص مخلوق کے لئے بعض عارفین کی نظر
وجود اصلی کی طرف ہوتی ہے اور وجود ظلی ان کی نظر میں کالعدم ہوتا
ہے۔ اس لئے غلبۂ حال میں وجود ظلی کو بالکل معدوم سمجھتے ہیں
اور انا الحق کا نعرہ لگاتے ہیں اور بعض کاملین کی نظر دونوں طرف
ہوتی ہے وہ حقیقت وجوبیہ اور حقیقت امکانیہ کو متمیز پاتے ہیں
اور امر و نواہی الہٰی کو نہایت آداب اور وقار و تمکین سے بجا لاتے
ہیں۔ یہ مرتبہ نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ تمام انبیاء اور مرسلین
کو یہی مرتبہ حاصل تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

